Scholar Insight Journal — *HEC PAKISTAN Y Category*
https://scholarinsightjournal.com/
ONLINE - ISSN- 3006-9785
Volume.3, Issue.2 (June-2025)
PRINT - ISSN- 3007-245X

A Research Study on Allama Iqbal's Perspective Regarding Orientalist Thought

استشراقی فکر بارے اقبالؒ کے مؤقف کا تحقیقی مطالعہ

AQSA QURESHI
Ph.d Scholar Department of Islamic Studies & Arabic Gomal University Dera Ismail Khan aqsaqureshi1990@gmail.com
Dr,Hafiz Abdul Majeed
Assistant Professor Department Of Islamic Studies & Arabic, Gomal University Dera Ismail Khan drhafizabdulmajed@gmail.com
Dr, Abdun Nasir
Ph.d Scholar Department of Islamic Studies & Arabic Gomal University Dera Ismail Khan abdunnasirmarwat@gmail.com

Abstracts: According to various dictionaries, "Orientalism" refers to the study of Eastern life, knowledge, literature, languages, and culture by Western scholars. The term "Orientalist" is used for a Western scholar who dedicates their life to acquiring knowledge about the East in these areas.In reality, Orientalism is a well-organized and comprehensive movement rooted in hostility towards Islam. This movement carries several goals and objectives.Allama Iqbal, after deeply studying and observing this movement, presented a balanced, well-reasoned, and clear stance. He was at the forefront of criticizing and rejecting those Orientalist ideas and theories that conflicted with the teachings of Islam.A study of Iqbal's thoughts and writings makes it evident that he acknowledged the roots and intentions of Orientalist thought. In both his prose and poetry, he explicitly explained their objectives, motives, and methodologies.

Iqbal described the aims and strategies of Orientalist thought as part of a broader Western agenda to spread anti-Islamic culture, promote the Western concept of nationalism in Muslim countries, support Christian missionary efforts, promote Western superiority and psychological domination, and assist in colonial control over the Muslim world.Iqbal took a firm and critical stance against Orientalist ideas, backed by strong arguments. He considered Western civilization as morally degenerate, steeped in obscenity and materialism, and distant from spirituality. He believed that Western knowledge and sciences were rooted in Satanic values and posed a great threat to humanity. Iqbal viewed Western politics as inhumane and materialistic, designed by evil forces, and based on flawed concepts like secular nationalism.Iqbal's attitude toward Orientalist thought was not one of admiration. He disapproved of Western civilization because every aspect of it clashed with Islamic values. He condemned Western politics for its oppression, materialism, and distance from religion.Regarding Western sciences and arts, Iqbal held two different views. He criticized those aspects which were anti-Islamic and harmful to humanity but appreciated those elements that served human welfare.

Overall, Iqbal's view was that Orientalist ideas were not to be adopted. He

encouraged complete avoidance of Western civilization. In contrast to Western politics, he promoted a political system based on Islamic principles, as he believed that politics without religious boundaries was equivalent to tyranny. He discouraged engagement with the harmful and dangerous aspects of Western knowledge but encouraged benefiting from aspects that served the good of humanity.

Keywords: Orientalism, Western scholars, acknowledged, anti-Islamic culture, Christian missionary, evil forces, admiration, Islamic values, Islamic principles.

تعارف

اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبال عصر حاضر کے عظیم مفکر شاعر اور فلسفی ہیں۔ دور جدید کے تمام مشرقی فضلاء میں ان سے بڑا دیدہ ور عالم اسلامی نے پیدا نہیں کیا۔ تحریک استشراق کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اس تحریک کی حقیقت سے واقفیت اور اس کے اہداف و مقاصد پہ جس قدر گہری نگاہ اقبال کی تھی وہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ اس تحریک بارے بارے اپنے مؤقف کا جرات مندانہ اظہار اور اس پہ بلا خوف کی جانے والی تنقید و تردید میں اقبال کا کوئی ثانی نہیں۔ اقبال استشراقی فکر بارے ایک خاص رائے رکھتے ہیں جس کی بنیاد ان کے گہرے مشاہدے اور عمیق مطالعے پر قائم ہوتی ہے اقبال استشراق کی اصلیت اس کی سرشت اور طنیت سے بخوبی واقف ہے اور اس میں پوشیدہ فساد و بگاڑ کو بہت اچھی طرح بھانپ چکے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نے اس کے ہر ایک پہلو پہ اپنی رائے دی، تمام قابل تنقید پہلوؤں کو بانگ دہل نشانے پہ رکھا ،اس کے تمام ہتھکنڈوں کو بے نقاب کیا۔ ابتدائی طور پر "مستشرق اور استشراق" کے الفاظ کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ عربی اور اردو میں یہ دونوں الفاظ انگریزی کے Orientalis اور Orientalism کے ترجمے کے طور پر رائج ہیں۔ یہ الفاظ دراصل Orient سے ماخوذ ہیں جو کہ مشرقی ممالک جس میں مشرقِ وُسطیٰ اور مشرق قریب بھی شامل ہیں یا عموماً ایشیاء کو ظاہر کرتا ہے۔ (1) مختلف لغات کا سہارا لیتے ہوئے اگر ان کے بارے تحقیق کی جائے تو کئی قسم کی تعریفات سامنے آتی ہیں جن میں کچھ بیان کی جاتی ہیں:

آکسفورد یونیوڈ کشنری کے مطابق "Orientalist" کا مطلب وہ شخص جو مشرقی زبانوں اور ادب سے واقفیت ہم پہنچائے یعنی مشرقی علوم کا ماہر "(2)۔ اسی طرح "Orientalism" کی ایک اور تعریف مشرقی خصوصیات، مشرقی رسوم ورواج مشرقی تہذیب و ثقافت، مشرقی اقوام اور مشرقی زبانوں سے متعلق علوم و مہارت بیان کیا گیا ہے۔ (3) اسی طرح اگر عربی میں رائج المستشراق اور الا ستشراق کی اصطلاح کو سمجھنے کی کوشش کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مادہ ش۔ر۔ق سے بذریعہ اشتقاق Orientalist اور Orientalism کیلئے المستشرق اور الا ستشراق مشتمل ہیں۔ "المنجد" میں مشرقی زبانوں اور علوم و

آداب کے عالم کو المستشرق کہا گیا ہے۔(4)اسی طرح "الرائد "مُس الا ستشراق کا معنی "مغربی لوگوں کا مشرقی حیات ،علوم وآداب، زبانوں اور تہذیب کا علم۔(5)ان تمام تعریفا سے یہ معلوم ہوتا ہے "مستشرق "کا لفظ اس مغربی عالم کے لیئے استعمال کیا جا سکتا ہے جو مستشرق "کا لفظ اس مغربی عالم کے لیئے استعمال کیا جا سکتا ہے جو مشرقی علوم وآداب، تہذیب وتمدن، زبانوں اور مشرقی خصوصیات کو جاننے ،ان کا مطالعہ کرنے اور ان پر تحقیق کرنے کو اپنا مقصد حیات بنالے۔

تحریک استشراق:ایک تعارف

تحریک استشراق کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سے حقائق سامنے آتے ہیں۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے کہ مستشرقین اور تحریک استشراق کا وجود بلکل بھی اتفاقی امر نہین ہے۔یہ تحریک باقاعدہ منظم منصوبے کے تحت وجود میں آئی۔اس تحریک کے بانی اور اس میں شمولیت اختیار کرنے والے ایک ایسے معاشرے کے اصحاب فکر افراد ہیں جو دراصل حالت جنگ میں ہیں۔یہ جنگ کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ صرف عالم اسلام کے ساتھ ہے۔یہ ایک ایسا جامع منصوبہ تھا جس کی شروعات اس وقت ہوئی جب یہود و نصاریٰ نے اپنی کمزوریوں کو جانااور دشمن کی ترقی اور غلبے کے راز کو۔یہ تحریک کوئی علمی تحریک نہیں بلکہ ایک جنگی منصوبہ ہے۔ اس جنگی منصوبے کے کارکن مستشرقین کہلائے جاتے ہیں۔ مستشرقین اور ان کے تحریک کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔

ڈاکٹر محمد شہباز منج لکھتے ہیں:

> "یہود و نصاریٰ کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں روز اول سے جاری ہیں لیکن صلیبی جنگوں کے بعد ان سازشوں نے انتہائی گھناؤنی شکیل اختیار کرلی اور یورپ کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اہل مغرب کے ہاں اسلام دشمنی ایک باقاعدہ سائنس بن گئی۔ علمی تحقیق کے نام پہ اسلامی اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف زہر اُگلنے لگے۔ بھرپور کوششیں کی گئیں کی اسلام کا مسخ شیدہ چہرہ مسلمانوں کو دکھا کر ان کے دلوں میں ان کے دین کی وُقعت کو ختم کردیا جائے۔استعماری عزائم کی تکمیل کی غرض سے باقاعدہ حکومتیں اِس کام کی سرپرست بن گئیں۔"(6)

جوں جوں وقت گزرا، حالات میں تبدیلیاں آئیں، مختلف ممالک میں آزادی کی تحریکیں شروع ہوئیں تو مغرب خوفزدہ ہو گیا کہ کہیں مسلمان جاگ نہ جائیں، یہ خیال آتے ہیں اس نے اپنی سازشوں کا طریقہ کار بدلنے پہ غور کیا، نئ منصوبہ بندیاں عمل میں لائی گئیں اور نئے لائحہ عمل مرتب کیئے جانے لگے۔اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد شہباز لکھتے ہیں:

> "مستشرقین نے روایتی مطالعے پہ توجہ کم کر کے مسلم معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ یہ اپنی حکومتوں کے دست راست اور اپنے اپنے ملک کی وزارتِ خارجہ کے مشیر بنے اور اپنے

سیع تجربے اور مطالعے سے فائدہ اٹھا کر ایسی پالیسیاں وضع کیں کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان ان کی ضرورت محسوس کریں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی رہے۔ مسلم ممالک کی داخلی اور خارجی پالیسیاں انہی کے اشاروں پر بنتی ہیں مسلم حکمران طبقہ مغرب کا اندھا مقلد اور غلام ہے"۔(7)

اس اقتباس کی روشنی میں اگر ہم صرف نصاب تعلیم ہی کو دیکھ لیں تو ڈاکٹر صاحب کی بات میں حقیقت نظر آتی ہے کہ مسلمان آج تک اپنے تعلیمی اداروں میں وہی کچھ پڑھا رہے ہیں جو فرنگی انہیں عطا کر کے گئے۔ دُکھ اسی بات کا ہے کہ اس تعلیم نے ہی ملت کا شیرازہ بکھیر دیا اور وہ ملت جسے جسد واحد کہا گیا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئی۔ علمی میدان کی بات کریں تو مسلمان مغرب سے اس قدر پیچھے اور مرعوب ہے کہ عربی اور اسلامیات تک پڑھنے کے لئے یورپ اور امریکا کی یونیورسٹیوں میں داخلہ لیا جاتا ہے۔

اگر استشراق کی مزید کاروائیوں کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اِس تحریک سے وابستہ لوگوں نے بدلتے وقت کے ساتھ ساتھ طریقہ کار بدلے لیکن ان کے پیش نظر مقاصد ویسے ہی رہے۔ علمی میدان میں یہ کھیل کھیلا گیا کہ مسلمانوں کا تمام علمی ذخیرہ مغرب منتقل کیا گیا، مغرب نے اسی علمی ذخیرے کو استعمال میں لاتے ہوئے مادی اور تہذیبی میدانوں میں کامیابی حاصل کی دوسری طرف مسلمانوں کواُن کے دین اور تاریخ و تہذیب سے بیگانہ کرنے کے لیئے ان کے دین اور تاریخ و تہذیب کو ہی مسخ کر ڈالا۔ مسلم ممالک میں انہوں نے اپنی مرضی کے قوانین بنائے اور ان پر عمل درآمد بھی کرایا گیا۔ مختصر یہ کہ اس تحریک کی بنیاد اسلام دشمنی پہ رکھی تئی اور اپنے مقاصد کو پانے کے لیئے اس تحریک سے وابستہ لوگوں نے کسی بھی حد سے تجاوز کرنے سے گریز نہ کیا۔

اقبال۔۔۔ایک تعارف

اقبالؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں لیکن چونکہ یہ تحریر اقبال اور استشراق کے حوالے سے ہے اس لیئے اقبالؒ کا مختصر تعارف ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

اقبال نے پنجاب کے شہر سیالکوٹ میں 1877ء کو جنم لیا۔ آپ کے آباؤ کشمیری النسل برہمن تھے اور کئی صدیوں قبل اسلام قبول کر چکے تھے۔(8) آپؒ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی۔ 1895ء میں اقبالؒ نے لاہور آکر گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم کا سلسلہ بڑھایا۔ 1905ء میں آپؒ یورپ گئے اور وہاں تین برس تک قیام کیا۔ ان تین برسوں نے اقبال کی فکری نشوونما میں اہم کردار ادا کیا۔ اقبال نے اس دوران کیمبرج، لندن اور برلن کے کتب خانے کھنگال ڈالے۔ مغرب کے دانش وروں میں مفکرین سے علمی مباحثے کیئے۔ اقبالؒ نے کیمبرج میں پروفیسر جان میک ٹیگریٹ سے فلسفہ کی تحصیل کی اور نج یونیورسٹی سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔(9)

علامہ اقبالؒ عظیم شاعر، فلسفی، صوفی، سیاستدان اور حکیم الامت تھے۔ جس نہج کی عظیم شاعری آپ نے کی اس بنا پہ انہیں عالم انسانیت کا علم بردار کہنا بجا ہے۔ مغرب کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بعض مغربی مفکرین سے حد درجہ متاثر تھے لیکن مغربی تہذیب و تمدن سے ہر گز مطمئن نہ تھے۔ اقبال اور مغرب کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ مغرب کے بعض افکار سے متاثر تھے مگر ان کی جمہوریت اور وہاں کے سرمایہ دارانہ نظام سے سخت نالاں تھے۔ ہندوستان میں سر سید نے مغربی فکر کو مکمل طور پر ہندوستانیوں کی ترقی کا ضامن بتلایا۔ جبکہ دوسری طرف اکبر الا آبادی نے اسے مکمل طور پر مسترد کر دیا۔ لیکن اقبال نے سر سید کی طرح اس در آمدہ شُدہ تہذیب کو خوبیوں خامیوں سمیت قبول کیا اور نہ اکبر کی طرح سر سے سے مسترد کر دیا بلکہ آپ نے ان تمام افکار و نظریات کا نہایت سنجیدگی سے مطالعہ کیا اور نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ اپنی رائے قائم کی۔ آپ نے مغرب کے بعض نظریات کو مکمل طور پر رد کیا، بعض نظریات کو ضروری ترامیم کے ساتھ قبول کیا، بعض کی تائید کی اور بعض نظریات پہ اپنی فکر کی بنیاد رکھی۔ جن مغربی افکار و نظریات کا تصادم اسلام سے ہوا اقبالؒ اُن کی تنقید و تردید میں سب سے آگے دکھائی دیئے۔ آپؒ نے اپنے تمام شعری و نظری مجموعوں میں مغربی فکر، تہذیب و تمدن اور مغربی استعمار کے حربوں کو جس کمال اور فنی حُسن کے ساتھ وضاحت کے ساتھ بتلایا وہ صرف اردو اور فارسی میں ہی نہیں بلکہ عالمی ادب میں بھی لائق امتیاز اور افتخار ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اقبالؒ اپنی فکر اور پیغام کے لحاظ سے بیسویں صدی کی دنیائے اسلام کی انتہائی اہم اور مؤثر شخصیت ہیں۔

اِستشراقی فکر کے حوالے سے اقبالؒ کا مؤقف

تحریک استشراق کا بغور مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ اِس تحریک کے پیش نظر جو مقاصد ہیں ان میں اسلام کے پھیلاؤ کو دنیا میں روکنا، مسلم ممالک میں اُن کا مسلم تشخص ختم کرنے کی بھرپور کوشش کرنا، ان پر مغربی تہذیب اور مغربی طرز تعلیم کو مُسلط کرنا، اسلامی تہذیب کا خاتمہ کرنا، ہے کیونکہ مسلمانوں کی ملی وحدت کی بنیاد یہی تہذیب ہے۔ مسلم معاشروں میں مسلمانوں کا ان کے دین سے تعلق بلکل منقطع کرنے کے لیئے تعلیمی، ثقافتی اور تہذیب میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں لانا۔ سیکولر بنیادوں پہ تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لانا، اپنے تربیت یافتہ لوگوں کی مدد سے مسلمانوں کی دینی حمیت، اتحاد واخوت، جہاد، پردہ جیسی امتیازی اقدار کو کمزور کرنا۔ مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی اتحاد کو پارہ پارہ کر کے اپنے اثر و نفوذ میں اضافہ کر کے طفیلی کمزور ممالک کو طفیلی ریاستوں کی صورت دینا اور مسلمانوں کی زندگیوں سے دین اور عقیدے کی مرکزیت ختم کرتے ہوئے عالم اسلام کے تمام وسائل پہ قبضہ کرنا ہے۔

استشراقی فکر کے ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اقبالؒ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے اس تحریک کو انتہائی

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

گہرائی سے سمجھا اور جانا اور اس پہ بلا جھجک اپنا واضح مؤقف پیش کیا۔اس مضمون میں اقبال کے اسی مؤقف کو مختلف زاویوں سے پیش کیا جائے گا۔

استشراقی فکر کی اساس بارے مؤقف

استشراقی افکار و نظریات بارے اقبال کا یہ موقف کہ آیا یہ فکر کوئی اصل یا بنیاد بھی رکھتی ہے یا نہیں، کیا اس فکر یا تحریک کو سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت پروان چڑھایا گیا یا یہ ایک اتفاقی طور پر وجود میں آئی۔اس میں ہم یہی جانیں گے کہ اقبال نے اس بارے اپنی کیا رائے دی،اس پر کیا اظہار خیال اور مؤقف اقبال کے ہاں ملتا ہے:

اِسلام دشمنی:

تحریک استشراق کی بنیاد اسلام دشمنی پہ قائم ہے۔اس تحریک اور اس تحریک کے کارندوں کی تمام سازشیں اور کاروائیاں جو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیئے عمل میں لائی گئیں اُن تمام کے پیچھے اسلام دشمنی ہی کار فرما تھی۔اِستشراق نے اسی دشمنی کو کئی طریقوں سے آگے بڑھایا۔یہ طریقے اسلامی ممالک میں مغربی طرز تعلیم، مغربی تہذیب و تمدن، مغربی طرز کے مدارس اور مغربی نظریہ وطنیت کی اشاعت و ترویج کی صورت میں تھے۔اقبال نے استشراق کے ان تمام حربوں پہ اپنے مؤقف کا اظہار کیا اور یہ مؤقف استشراقی افکار کی تاصیل کی تائید کرتا ہے۔

تحریک استشراق نے اپنے گھناؤنے مقاصد کے حصول کے لیئے اسلامی ممالک میں مغربی طرز کا خاص نظام تعلیم رائج کیا۔اِس میں کوئی شک نہین کہ اِس کا مقصد مسلمانوں کو ان کے دین اور اس کی تعلیمات سے بیگانہ کرنا ہے۔اقبال نے اس حقیقت کا پردہ بڑی دلیری سے چاک کرتے ہوئے اپنے کلام میں بارہا اِس کا ذکر کیا۔ایک مقام پہ فرماتے ہیں:

یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم !
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف (10)

ضرب کلیم میں فرماتے ہیں:

سینے میں رہے راز ملوکانہ تو بہتر
کرتے نہیں محکوم کو تیغوں سے کبھی زیر
تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

سو نے کا ہما لہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر[11]

اوپر دی گئی نظم دراصل ایک انگریز لارڈ اور اس کے بیٹے کے مابین ہونے والی گفتگو ہے۔

اسی طرح "ارمغان حجاز" بتاتے ہیں کہ مغربی تعلیم کس قدر خطرناک اثرات رکھتی ہے:

چو می بینی کہ راہزن کاروان کشت
چہ پُرسی کاروانِ را چسال کشت
مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی
کہ ازوے روح قومے میتواں کشت[12]

ترجمہ: ڈاکو اگر اہل خانہ کو قتل کر دیں اور سامان لوٹ لیں تو یہ اس قدر خطرناک نہیں جس قدر خطرناک نہیں جس قدر مسلمانوں کے لیئے مغربی تعلیم ہے کہ یہ پوری قوم کی رُوح کو قتل کر ڈالتی ہے۔[13]

دیئے گئے ان چند اشعار سے یہ اندازہ لگانا ہر گز مشکل نہیں کہ اقبال نے صرف مغربی طرز تعلیم کو مسلمانوں کے لیئے زہر قاتل اور نسل کشی کے مترادف سمجھتے تھے بلکہ وہ استشراق کی تاصیل کے قائل بھی دکھائی دیتے ہیں۔اقبال کی شاعری میں بیسیوں ایسے اشعار ہیں جن میں اقبال اسی بات کا رونا روتے دکھائی دیتے ہیں کہ مغرب زدہ نظام تعلیم نوجوان نسل میں انتشار کا سبب بن رہا ہے چونکہ نظام حیات میں تعلیم سب سے اہم اور بنیادی ادارہ ہے جو قوم عملاً تیار کرتا ہے لہذا استشراق کا گہرا وار بھی اسی ادارے پہ ہوا ہے۔اس حوالے سے اقبال کی مسلسل تنقید یہ ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے کہ اقبال استشراق کی تاصیل کے قائل تھے۔یہ بھی واضح ہو کہ اقبال کے کلام میں اس فکر کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

مغربی تہذیب:

مغربی تہذیب سیاسی، سماجی، مذہبی، اقتصادی اور معاشی طور پر اسلامی تہذیب سے یکسر مختلف نظریات کی حامل تہذیب ہے۔اس میں مذہبی تعصب، نفرت، بغض، کینہ، فتنہ فساد اور ظلم و جبر جیسے عناصر موجود ہیں۔اقبال کے افکار و نظریات میں مغربی تہذیب کے خلاف واضح اثرات ملتے ہیں۔فرماتے ہیں:

بہ ہر کو رہزنانِ چشم گوش اند
کہ در تاراج دلہا سخت کوش اند!
گراں قیمت گنا ہے با لپشیز لے
کہ ایں سودا گراں ارزاں فروش اند![14]

ترجمہ: "اس وقت حالت یہ ہے کہ ہر جگہ فسق و فجور اور فحاشی و عریانی کا بازار گرم ہے، ہر قدم پہ معصیت اور بدکاری فیشن کے لباس میں جلوہ گر ہے۔ مغربی تہذیب کا مقصد یہ ہے کہ انسان پاکیزگی سے بلکل بیگانہ ہو جائے چنانچہ اِس تہذیب نے بڑے بڑے گناہوں کو ستا کر رکھا ہے" (15)

اقبال کے نزدیک تہذیب مغرب ایک فتنے سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ فرماتے ہیں:

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات! (16)

اقبال مغربی تہذیب و تمدن کو مشرق کے لیئے ایک عظیم خطرہ سمجھتے تھے یہ چند اشعار اور اس جیسے کلام اقبال میں موجود کئی اشعار اقبالؒ کا مؤقف واضح کرنے کے لیئے کافی ہیں۔

مغربی نظریہ وطنیت:

مغربی نظریہ وطنیت کو اقبالؒ مستشرقین کا انتہائی خطرناک ہتھکنڈا سمجھتے تھے۔ اس نظریے کا مقصد مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور ان کے دلوں میں نفرت اور رقابت کی آگ کو بڑھانا تھا۔ اقبال اس نظریہ کو مسلمانوں کی دینی وحدت کے لیئے بہت بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ ضرب کلیم میں اِس بارے اپنے مؤقف کا اظہار کچھ اِس طرح سے کرتے ہیں:

تفریق مِلل حکمت افرنگ کا مقصود (17)

مغرب کے اِس کریہہ چہرے کو ایک اور مقام پہ اس طرح سے بے نقاب کرتے ہیں:

حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز (18)

"دنیائے اسلام" اقبال کی ایک موثر نظم ہے جس میں آپؒ نے انتہائی واضح الفاظ میں یہ بتایا کہ اہل مغرب اسی کوشش میں ہے کہ عالم اسلام کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے اور اتحاد ملت کبھی مضبوط نہ ہو۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی شاعری میں کئی مقامات پہ بانگ دہل یہ بتایا کہ اہل مغرب ہمیشہ مسلمانوں کو کمزور دیکھنا چاہتا ہے اس مقصد کے لئے انہوں نے قوموں کے اندر وطنیت کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ باہمی رقابت کا شکار ہیں کبھی اپنے اصل دشمن کے خلاف متحد نہ ہو سکیں۔ در حقیقت نظریہ وطنیت تحریک استشراق کا امت مسلمہ کے لئے شدید ترین خطرات کا سرچشمہ ہے۔

عیسائیت کا فروغ:

تحریک استشراق کے بنیادی اہداف پہ نگاہ دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ "عیسائیت کا فروغ" بھی ان کا بہت بڑا ہدف تھا۔ اِس مقصد کے حصول کے لئے مستشرقین نے جس طرح کی کوشش کیں اقبال نے اُن پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ محمد عبدالجمیل

بنگلوری کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"میں یورپین مستشرقین کا قائل نہیں کہ ان کی تصانیف سیاسی پراپیگنڈہ یا تبلیغی مقاصد کی تخلیق ہوتی ہیں۔"

اقبال نے بڑی بے باکی سے یہ بھی بتایا کہ جب مستشرقین کی نظر دوسروں ملکوں کے وسائل پہ ہو توان پہ قبضہ کی خاطر پہلے جو دستہ بھیجتے ہیں وہ عیسائی پادریوں کی صورت میں قدم رنجہ فرماتے ہیں۔ نظم "لادین سیاست" میں فرماتے ہیں:

متاعِ غیر پہ ہوتی ہے جب نظر اس کو
تو ہیں ہر اول لشکر کلیسیا کے سفیر! (20)

ضرب کلیم میں کچھ ایسی ہی بات نئے انداز سے کرتے ہیں:

یہ پیر کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے
بجلی کے چراغوں سے منور کیئے افکار! (21)

مستشرقین نے عیسائیت کے فروغ کی طرف خاص طور پر توجہ دی۔اس مقصد کے لئے انہوں نے سیکولر ادارے قائم کر کے اپنے مقاصد حاصل کیئے یہ ادارے تعلیمی ادارے تھے۔اقبال نے اپنے کلام میں کئی مقامات پہ اس جانب متوجہ کرتے ہوئے اپنے مؤقف کا واضح اظہار کیا۔

مغربی مرعوبیت:

محکوم قوموں کی محکومیت کو دراز کرنے اور انہیں نفسیاتی طور پر اپنا غلام رکھنے کے لئے تحریک استشراق کا ایک ہتھکنڈا "مغربی برتری کا نظریہ" تھا۔اقبال کی نگاہوں سے یہ بھی پوشیدہ نہ رہا اور آپ نے اِس پر بھی اپنی رائے کا اظہار کیا۔فرماتے ہیں:

بہ افرنگی بتاں دل باختم من
زتاب دیریاں بگدام ختم من
چناں از خویشتن بیگانہ بودم
چو ویدم خویش رانشا ختم من (22)

ترجمہ: "انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اکثر مسلمانوں نے اپنا دین وایمان ان کے قدموں پہ نثار کر دیا۔مغرب سے مرعوبیت اس قدر ہے کہ ان کے اعمال وافکار ان کے مسلمان ہونے کی نفس کرتے ہیں۔"(23)

مستشرقین کو دیگر حربوں کی طرح اِس حربے میں بھی خاصی کامیابی حاصل ہوئی۔ان کی کوششوں سے مسلمان ذہنی و

نفسیاتی طور پر ان کی غلامی میں آ چکے تھے۔اقبال مسلمانوں کی اِس مغربی مرعوبیت سے بہت اچھے سے واقف تھے اور اِس بات کا انہیں شدید دُکھ تھا۔فرماتے ہیں:

خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام![24]

اِسی تکلیف کا اظہار ضرب کلیم میں کچھ اِس انداز سے کرتے ہیں

فرنگ زخود بے خبریت کردورنہ
اے بندہ مومن توبشیری تونذیری![25]

ترجمہ: فرنگ نے تجھے تیرے مقام سے غافل کردیا ورنہ اے بندہ مومن تو تو بشیر و نذیر ہے"[26]

اقبال کے مؤقف سے یہ تاثر واضح طور پر ملتا ہے کہ آپ استشراق کی تاصیل کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اثر پذیری اور کامیابی کا اعتراف بھی دُکھے دل کے ساتھ کرتے ہیں۔

عالم اسلام پہ قبضہ:

الگ تحریکیں نہیں بلکہ ایک ہی تحریک کے دو روپ ہیں گویا مستشرقین مستعمرین کے فکری رہنما ہیں۔مختلف ممالک پہ غاصبانہ قبضہ ان کا پسندیدہ عمل تھا۔اقبال نے اپنی شاعری اور نثر دونوں میں اس بارے اپنا مؤقف واضح کیا۔فرماتے ہیں:

چہ حاجت طول دادن داستاں را
بحرنے گویم اسرار و نہاں را
جہانِ خویش باسوداگراں داد
چہ داند لامکاں قدر مکاں را![27]

ترجمہ: "جو قوم سترہویں صدی میں تجارت کی غرض سے آئی تھی۔انیسویں صدی میں پورے ملک کی حکمران بن بیٹھی۔خدا کے کاموں میں کون دم مار سکتا ہے! وہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے حکمرانوں کے بجائے ان مشرقی ممالک کو سوداگروں کے زیر نگیں کیوں کر دیا۔"[28]

اِن اشعار میں واضح اشارہ انگریزوں کی جانب ہے جو برصغیر میں تاجروں کے روپ میں داخل ہوئے اور اپنی عیاری سے پورے ملک پہ قابض بن بیٹھے۔برصغیر کے علاوہ آپؒ نے فلسطین بارے بھی اپنے خیالات کا اظہار متعدد مکتوبات اور اشعار میں کیا۔مس فارقوہرسن کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

"فلسطین میں یہود کے لئے ایک قومی وطن کا قیام تو محض حیلہ ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ برطانوی امپیریلیزم مسلمانوں کے مقامات مقدسہ میں مستقل انتداب اور سیادت کی شکل میں اپنی ایک مقام کی متلاشی ہے۔"(30)

مندرجہ بالا دی گئی تمام تفصیل یہ واضح کرتی ہے کہ اقبال تحریک استشراق کے وجود اور اس کی تاصیل کے قائل تھے۔بڑے وضح اشارات ان کے ہاں ملتے ہیں۔اگراقبال کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ استشراق ان کی شاعری کا خاص موضوع رہا ہے۔آپ نے ابلسیت کے منصوبوں کا بلاکم وکاست نقشہ کھینچ کے رکھ دیا۔اس کی تباہ کاریوں کو آشکار کیا۔

اِستشراقی فکر کے استحکام بارے مؤقف

استشراقی افکار و نظریات کو اقبال کے افکار و آراء کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مظاہر اقبال کے نزدیک دائمی اور قابل قبول نہیں ہیں۔اقبال کے مطابق اس پوری تحریک کی بنیاد ہی مادیت پرستی اور ابلیسیت ہے،روحانیت سے انتہائی دور۔ایسی فکر بھلا کیونکر مستحکم و مضبوط ہو گی۔اقبال کا اس فکر بارے عدم استحکام کے رویے کو درج ذیل نکات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے۔

مغربی تہذیب غیر مستحکم ہے!

اقبال کے نزدیک مادی بنیادوں پہ کسی تہذیب کو استحکام نہیں۔مغربی تہذیب کو آپ بے حیا،خدا بیزار،غیر انسانی اور غیر فطری سمجھتے تھے۔آپ نے اپنے کلام میں بارہا مقامات پہ اس تہذیب کے بخیے ادھیڑے۔آپ کا اِس تہذیب بارے پہ مؤقف رہا کہ اسے خاص مقاصد کے تحت پرکشش بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ عام مسلمانوں کی نظریں اس سے خیرہ ہو جائیں۔بالِ جبریل میں فرماتے ہیں:

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی براقی!(31)

ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں:

پیر میخانہ یہ کہتا ہے کہ ایوانِ فرنگ
سُست بنیاد بھی ہے آئینہ دیوار بھی ہے! (32)

"جاوید نامہ" میں اس پُرفریب اور جھوٹی تہذیب کی حقیقت کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

می شناسی چیست تہذیب فرنگ
در جہاں اور دو صد فردوس رنگ
جلوہ ہائش خانماہا سوختہ !
شاخ و برگ و آشیانہا سوختہ
ظاہرش تابندہ و گیرانہ است
دل ضعیف است و نگہ رابندہ است ![33]

ترجمہ: "فرنگی تہذیب نے دنیا میں دو سو رنگوں کی جنتیں سجا رکھی ہیں۔اس تہذیب کی حقیقت یہ ہے کہ اس نے کئی خاندان جلاڈالے،انسانیت کے باغ کے کئی آشیانے پتے اور شاخیں جلاڈالی ہیں۔یہ تہذیب اپنے اندر ظلم کا اندھیرا رکھتی ہے۔اِس کا ظاہر چمکدار اور دلفریب ہے لیکن در حقیقت یہ انسان کو غلام بنانے کا ارادہ رکھتی ہے"۔[34]

بانگ درا میں فرماتے ہیں:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا[35]

اقبال کے ان چند اشعار سے یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں کہ آپ کے نزدیک یہ تہذیب انتہائی کمزور، انسانیت سوز،روحانیت سے عاری اور مصنوعی ہے اور جس تہذیب کی بنیادیں ہی مادیت پرستی پہ تعمیر کی گئی ہوں وہ بھلا کیسے مضبوط اور مستحکم ہو سکتی ہے۔

مغربی علوم وفنون کا ماٰخذ ابلیسیت:

اقبال کے نزدیک مغربی علوم وفنون کا ماٰخذ ابلیسیت ہے۔کیونکہ یہی علم ہی انہیں دوسری قوموں پہ ظلم ڈھانے،ان کا حق غصب کرنے اور ہر وہ چیز ایجاد کرنے کا سبب بن رہا ہے جو انسانیت کے لئے خطرے سے خالی نہیں۔جن علوم وفنون میں انسانیت ناپید ہو اور جن کی بنیاد ظلم وجبر پہ مبنی ہو وہ کیونکر دائمی اور مستحکم ہوگا۔

بالِ جبریل میں فرماتے ہیں:

بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی،خِرد کی معموری[36]

"جاوید نامہ" میں آپ نے مغربی علوم وفنون کو واضح الفاظ میں شیطان علم کہا۔فرماتے ہیں:

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

علم را بے سوز دل خوانی شر است

نور و تاریکی بحر و بر است !

سینہ افرنگ را نارے از وست

لذت شبخوں او یلغارے از وست

قوتش ابلیس را یارے شود

نور نار از صحبت نارے شود ! (37)

ترجمہ: مغربی علم سوز دل (عشق) کے بغیر ہے۔یعنی علم حق نہیں۔رب کا خوف نہیں تو یہ علم شرح ہے اور اس علم کا نور بحر و بر کی تاریکی ہے اس علم نے اہل فرنگ کے سینوں میں آگ بھری ہے اور اسی علم سے انہیں دوسری قوموں پر شب خون مارنے اور ان پر حملے کرنے کی لذت حاصل ہوتی ہے۔اس علم کی قوت شیطان کی مدد گار بن جاتی ہے۔ علم کے نور کو ابلیس کی دوستی نار بنا دیتی ہے"۔(38)

مغربی علوم وفنون بارے اقبال کا یہ مؤقف ان کے کلام میں کئی مقامات یہ دیکھنے کو ملتا ہے۔آپ کے ہاں اس علم کی بنیادوں میں مادیت پرستی، ظاہر پرستی اور ظلم و جبر شامل ہے۔یہی علم قوموں کے درمیان رقابت اور دشمنی کا بیج بوتا ہے۔جو علم انسانیت کا دشمن ہو وہ مستحکم کہلانے کے لائق ہیں۔

مغربی سیاست کا حقیقی روپ

اقبالؒ نے مغربی سیاست کے حوالے سے اپنا مؤقف بڑے واضح انداز سے پیش کیا۔مغرب کی وضع کردہ سیاست پہ آپ کی تنقید دیکھنے لائق ہے۔آپؒ کے مطابق مغربی سیاست سے اخلاقی اقدار کا خاتمہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے سیاست اور مذہب کے درمیان ربط ختم کر دیا۔اسی چیز نے مغربی سیاست کو خود غرض اور انسانیت سوز بنا دیا۔ایسی سیاست جس بارے اقبال کا ایسا مؤقف ہو بھلا وہ اسے پائیدار اور مستحکم کیوں سمجھیں گے !۔

مغربی سیاست کے حوالے سے اقبال نے جو شاعری کی اس میں صرف ایک نظم سی ہی آپؒ کا مؤقف واضح ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

و ائے بر دستور جمہو ر فر نگ

مر د ہ تر شد مر د ہ از صور فرنگ !

حقہ با ز ا ں چو ں سپہ گرد گرد

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

از امم بر تختہ خود چیدہ نرد
شاطراں ایں گنج ور آں رنج بر
ہر زماں اندر کمیں یک دگر!
فاش باید گفت سر دلبراں
ما متاع اور ایں ہمہ سوداگراں
دیدہ ہا بے نم ز حب سم و زر
مادراں را بار دوش آمد پسر
وائے بر قومے کہ از بیم ثمر
می برد نم را ز اندام شجر !
تا نیارد زخمہ از تارش سرود
می کشد نا زادہ را اندرموجود
گرچہ دارد شیوہ پائے رنگ رنگ
من بجز عبرت نگیرم از فرنگ
اے بہ تقلیدش اسیر آزاد شو
دامن قرآن بگیر آزاد شو![39]

ترجمہ: "اہل مغرب کی جمہوریت پہ افسوس ہے۔فرنگی کے صور پھونکنے سے مردہ اور زیادہ مردہ ہو جاتا ہے۔جمہوری تماشا دکھانے والے یورپی مداریوں نے گردش کرنے والے آسمان کی مانند اپنی شطرنج کے تختہ پر قوموں کے مہرے رکھے ہوئے ہیں۔یورپی شاطر خزانے اکھٹے کرنے میں لگے ہوئے ہیں جبکہ دوسرے دکھ اٹھا رہے ہیں۔ہم مال و متاع ہیں اور یہ سب سوداگر ہیں ۔سونے چاندی کی محبت نے ان کی آنکھوں سے نمی غائب کر دی اور ہمدردی چھین لی۔افسوس اس قوم پہ جو پھل کے خوف سے درخت کے تنے کے اندر سی نمی کھینچ لیتی ہے۔افرنگ رنگ کے انداز رکھتا ہے لیکن میں انہیں دیکھ کر صرف عبرت حاصل کرتا ہوں۔اے وہ شخص جو افرنگی کا غلام ہے اس سے آزاد ہو جا۔قرآن کریم کا دامن تھام اور صحیح معنوں میں آزاد ہو جا۔"[40]

مغربی سیاست بارے اقبال کا نقطہ نظر بہت واضح ہے۔آپؒ سے ابلیسی نظام قرار دیتے رہے۔آپ کے نزدیک یہ ایک ایسا نظام ہے کہ جس کا مقصد ہی مال و متاع اکھٹا کرنا، کمزور قوموں پہ جبر و استبداد کرنا، انہیں اپنا مطیع رکھنے کے لیئے ہر حربہ استعمال کرنا ہے

۔ ظلم اور ظالم کو کبھی فلاح نہیں۔اقبال کے خیالات اس بات پہ دلالت کرتے ہیں کہ آپ مغربی سیاست کے عدم استحکام کے قائل تھے۔

مغرب کا ناقص تصور قومیت:

مستشرقین کا اپنے اہداف کے حصول کے لیئے ایک حربہ "تصور قومیت" بھی تھا۔اقبال نے استشراق کے اس تصور کو بھی بے پناہ تنقید کا نشانہ بنایا اور اس کے مقابل اسلامی نظریہ ملت کو عالمگیر اور انسانی اقدار پہ مبنی قرار دیا۔انہی خیالات کا اظہار خان محمد نیاز الدین خان کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> "یورپ جس قومیت پہ ناز کرتا ہے وہ محض بودے اور سست تاروں کا بنا ہوا ایک ضعیف چیتھڑا ہے۔ قومیت کے اصول حقہ حرف اسلام نے بتلائے ہیں جن کی پختگی اور پائیداری مرور ایام واعصار سے متاثر نہیں ہو سکتی " (41)

فرماتے ہیں:

عرب کے سوز میں ساز عجم ہے
حرم کا راز توحید اُمم ہے
تہی وحدت سے ہے اندیشہ غرب
کہ تہذیب فرنگی بے حرم ہے! (42)

اقبال نے مغربی تصور قومیت کو نفرت آفرین اور عداوت خیز قرار دیا۔آپ قومیت کی حقیقی و تعمیری اساس کلمہ توحید اور عقیدہ اخوت انسانی کو قرار دیتے ہیں جس کا استحکام نظام رسالت نے کیا ہے۔ محض نسل اور جغرافیہ قومیت کے اساس نہیں بن سکتا ۔اقبال مغربی قومیت کے تصور بارے عدم استحکام کا مؤقف رکھتے ہیں۔

استشراقی فکر کی تحسین بارے مؤقف

استشراقی افکار بارے اقبال کا عمومی رویہ عدم تحسین کا ہے زیادہ تر ایسے افکار پہ اقبال کے ہاں جارحانہ تنقید ملتی ہے۔جو اسلام سے متصادم ہیں۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اقبال منصف المزاج مفکر تھے۔اور یہی وجہ ہے کہ بعض پہلوؤں کو آپ نے تحسین کی نگاہوں سے بھی دیکھا۔لیکن بحثیت مجموعی آپ استشراقی فکر سے مطمئن نہ تھے۔

مغربی تہذیب کی فیضانِ سماوی سے محرومیت

مغربی تہذیب بارے اقبال کا مؤقف اول تا آخر عدم تحسین کا ہے۔آپ کے نزدیک مغربی تہذیب ایک فتنے سے زیادہ کچھ نہیں

جو اپنے اندر سوائے فحاشی، عریانی، بے حیائی اور فساد کے سوا کچھ نہیں رکھتی۔اس تہذیب کا ہر ایک پہلو دین اسلام کی تعلیمات سے ٹکراتا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اقبال اس کو قابل تحسین سمجھتے۔اِس تعفن زدہ تہذیب بارے اقبال اپنی نظم "لینن" میں فرماتے ہیں:

بیکاری و عُریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات!
وہ قوم کے فیضانِ سماویٰ سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لیئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات! (43)

صرف انہی اشعار پر غور کیا جائے تو یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ اقبال نے اس تہذیب کے بخیئے بہت بری طرح ادھیڑے۔"ضرب کلیم" میں عدم تحسین کا رویہ کچھ یوں نظر آتا ہے:

فسادِ قلت و نظریے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ نہ سکی عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف (44)

ان اشعار میں تو اقبال نے تہذیب مغرب کو قلب و نظر کے لیئے فتنہ فساد اور خرابی قرار دیا۔اقبال کے ہاں اس طرح کے اشعار متعدد مقامات پہ ملتے ہیں جن میں عدم تحسین کا رویہ واضح نظر آتا ہے۔

مغربی سیاست دیو استبداد:

مغربی تہذیب کی طرح مغربی سیاست بارے بھی اقبال کا رویہ عدم تحسین کا ہے۔اِس ناپسندیدگی کی بڑی وجہ اس میں سیاسی طاقت مخصوص افراد کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔یہ لوگ قوت اور معاش سے وسائل وذرائع پہ قابض رہتے ہیں۔فرماتے ہیں:

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از لوائے قیصری

دیو استبداد، جمہوری قبا میں پائے کوب!
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین واصلاح ورعایات وحقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری!(45)

مغربی سیاست اور جمہوریت کی حقیقت اقبال نے کھول کر بیان کردی۔اقبال مغربی سیاست کی طرز نظام کو انسان کے حق میں لعنت اور زحمت سمجھتے ہیں۔ان کے اشعار میں ہر جگہ اسے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔اسی طرح کے خیالات اقبال کے ایک مضمون میں بھی ملتے ہیں۔لکھتے ہیں:

"تمام ترقی کے باوجود اس زمانے میں ملوکیت کے جبر واستبداد نے جمہوریت، قومیت،اشتراکیت، فسطائیت اور نجانے کیا کیا نقاب اوڑھ رکھے ہیں۔ان نقابوں کی آڑ میں دنیا بھر میں حُریت اور شرف انسانیت کی ایسی مٹی پلید ہورہی ہے کہ تاریخ عالم کا کوئی تاریک سے تاریک صفحہ بھی اِس کی مثال پیش نہیں کرسکتا" (46)

اقبال کے مضمون کا یہ اقتباس سیاست کے حوالے سے اقبال کے عدم تحسین کے رویے کی وضاحت کے لیئے کافی ہے۔اقبال نے مغربی سیاست کے تمام مہروں کو ظالم اور جابر کہاہے کیونکہ ان سب کا مقصد ایک ہی ہے۔

مغربی تعلیم: خیر وشر کے تصور سے آزاد

اقبال نے استشراق کے پُر فریب افکار کا مطالعہ نہایت عمیق نگاہوں سے کیا۔اس تحریک کی ابلیست کو وقتاً فوقتاً اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔انہی میں ایک مغربی علوم وفنون ہیں جن کے متعلق اقبال نے اپنا مؤقف واضح کیا۔یادرہے کہ اقبال نے ہمیشہ اس فکر کو نشانہ بنایا جو اسلام سے متصادم ہو اور انسانیت دشمن ہو۔پس چہ باید کردہ میں مغربی تعلیم بارے اقبال نے عدم تحسین کا مؤقف بہت واضح انداز سے پیش کیا۔فرماتے ہیں:

علم اشیاء خاک مارا کیمیا است
آہ! درافرنگ تاثیرش جدا است
عقل وفکرش بے عیار خوب وذشت

چشم او بے نم، دل و سنگ و خشت
علم از رُ سواست اور شہر و دشت
جبرائیل از صحبتش ابلیس گشت
دانش افرنگیاں تیغے بدوش
در ہلاک نوع انساں سخت کوش
با خسان اندر جہان خیر و شر
در نساذر مستی علم و ہنر
آہ از فرنگ واز آئین واو
آہ از اندیشہ لادین او
ہر طرف صد فتنہ می آرد نفیر
تیغ را از پنجہ رہزن بگیر! (47)

ترجمہ: "اشیاء کا علم ہماری خاک کے لیئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے لیکن افسوس کے یورپ میں اس کی تاثیر مختلف انداز سے ظاہر ہوئی۔اس کی عقل اور فکر نے نیکی و بدی کا امتیاز کھو دیا۔اس کی آنکھ بے نم ہو گئی اور اس کا دل پتھر و اینٹ کی طرح سخت ہو گیا۔اس کی وجہ سے علم آبادی اور بیاباں میں رُسوا ہو گیا۔اس کی صحبت میں رہ کر جبرائیل پر بھی ابلیسیت کی چھاپ لگ گئی۔اہل مغرب کی دانش کندھے پہ تلوار کی مانند ہے۔یہ بنی نوع انسان کی ہلاکت کے درپے ہے۔اس نیکی و بدی کی دنیا میں علم و ہنر کی مستی گھٹیا لوگوں یا قوموں کے لیئے سازگار ہے۔مغرب پر،اس کی لادین فکر پر اور اس کے آئین پر افسوس ہے۔اس نے ہر طرف سینکڑوں فتنے کھڑے کر دیئے۔اس لٹیرے سے تلوار چھین لینی چاہیے"۔(48)

ان اشعار سے اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے کہ اقبال مغربی علوم و فنون کو جن وجوہات کی بناء پر ناپسند کرتے تھے۔اُن میں سر فہرست نیکی و بدی کی تمیز کھو دینا ہے۔اقبال کے نزدیک ایسا علم جو لادینیت، ظلم، جبر، ناانصافی اور خود غرضی سکھائے وہ انسان کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ایسا علم ابلیس کے ضع کردہ فتنے سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔اقبال نے چونکہ مجموعی طور پر اپنا فکری مواد اسلامی فکر سے حاصل کیا اس لیئے انہوں نے مغرب کے اُن تمام افکار کو عدم تحسین نگاہوں سے دیکھا جو کسی نہ کسی طرح اسلام سے متصادم تھے اور مغربی علوم و فنون سے ناپسندیدگی کا اظہار بھی انہی وجوہات کی بنا پر تھا۔اِس تمام تر حقیقت کے ساتھ ساتھ اقبال اپنی منصف المزاجی کے تحت ایسی چیزوں کی تعریف کرتے اور سراہتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں جو بنی نوع انسان کے

فائدے کے لیئے ہیں اور کسی طرح اسلام سے متصادم نہیں۔ مغربی سائنسی کمالات بارے اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں:

"دور حاضر کو علوم عقلیہ اور سائنس کی عدیم المثال ترقی پر بڑا فخر ہے۔ یہ فخر و ناز یقیناً بجا ہے۔ آج انسان نے فطرت کے اسرار کی نقاب کشائی اور تسخیر میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔ [49]

اقبال اپنے ان الفاظ میں دراصل مغربی سائنسی کامیابیوں کو ستائشی کلمات سے نواز رہے ہیں۔ اقبال کے یہ تعریفی کلمات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کے آپ کی مغربی افکار پہ تنقید و تردید کی بنیادی وجہ ان کا اسلام سے ٹکڑاؤ ہے جبکہ ایسے افکار جو انسان کی ترقی کا باعث بنیں آپ کے نزدیک قابل تحسین ہیں۔ ایک اور مقام پہ لکھتے ہیں:

"انگریزی قوم کی عملی نکتہ رسی کا احسان تمام دنیا کی قوموں پر ہے کہ اِس قوم میں حِسس واقعات اور اقوام عالم کی نسبت زیادہ بہتر اور ترقی یافتہ ہے"۔ [50]

اقبال کی یہ رائے اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ مغربی علوم افکار بارے آپ کا رویہ مکمل طور پر عدم تحسین کا نہیں ہے بلکہ جو کچھ انہیں قابل تعریف اور قابل عمل لگا اس پہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

استشراقی فکر سے استفادہ کے بارے میں مؤقف

استشراقی فکر بارے اقبال کا استفادہ یا عدم استفادہ کا مؤقف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے ہاں استشراق کے حوالے سے مجموعی طور پر عدم استدادہ کا رویہ ملتا ہے۔ تحریک استشراق کی وضع کردہ تہذیب ہو یا سیاست یا اس کے متعارف کرائے گئے علوم و فنون ہوں، اقبال ان سے سب بیزار اور متنفر نظر آتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنی شاعری اور نثر میں عدم استفادہ کا مؤقف اپناتے ہوئے مسلمانوں کو بھی ان سے گریز کی تلقین کرتے ہیں۔

مغربی تہذیب بارے عدم استفادہ کا مؤقف

تہذیب مغرب سے عدم استفادہ کی تلقین و تاکید کے لیئے اقبال نے اپنے شعری وسائل سے کمال درجے کا کام لیا۔ اپنے کلام میں متعدد مقاما پہ اس سے گریز کا درس دیتے دکھائی دیئے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اٹھا نے شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان
سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر! [51]

ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں:

ہو تیری خاک کے ہر ذرے سے تعمیر حرم

دل کو بیگانہ اندازِ کلیسائی کر![52]

"پس چہ باید کرد" میں مغربی تہذیب کا بھیانک چہرہ دکھاتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

شیوہ تہذیب نو آدم دری است
پردہ آدم دری سوداگری است![53]

ترجمہ: "تہذیب نو کی روش در حقیقت انسانوں کی چیر پھاڑ ہے اور یہ آدم خوری سوداگری کے پردے میں کی جارہی ہے"۔[54]

حقیقت یہ ہے کہ اقبال جس تہذیب کی بنیاد شاخ نازک پہ سمجھتے ہیں اور اسے ناپائیدار کہتے ہیں بھلا وہ اس تہذیب کو استفادہ لائق کیونکر سمجھیں گے! اقبال کا مغربی تہذیب بارے عدم استفادہ کا مؤقف انتہائی واضح اور غیر متشکک ہے۔

مغرب کی وضع کردہ سیاست بارے عدم استفادہ کا مؤقف

اقبال نے اپنے کلام میں مغرب کے کھوکھلے پن کو ہر پہلو سے دکھانے کی کوشش کی۔ سیاست کے متعلق آپ کا نقطہ نظر بہت واضح ہے۔ آپ خالصتاً اسلامی طرز کی سیاست کے حامی تھے۔ جہاں کہیں آپ کو مغربی سیاست کی آمیزش نظر آتی آپ تڑپ اُٹھتے۔ آپ کے قلم نے ہمیشہ مغربی طرز کی سیاست پر بھرپور انداز سے تردید و تنقید کی۔ آپ اپنے زمانے میں مروجہ ہر طرح کے سیاسی نظاموں سے بیزار نظر آتے ہیں، بارہا مقامات پہ اسے ابلیسی نظام قرار دیا جو یہ واضح کرتا ہے کہ مغربی سیاست بارے آپ کا مؤقف عدم استفادہ کا ہے۔

ضرب کلیم میں فرماتے ہیں:

تیری حریف ہے یارب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس![55]

اسی طرح ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں:

فرنگ آئین جمہوری نہاد است
رسن از گردن دیوے کشاد است
نوا بے زخمہ و سازے ندارد

اے طیارہ پرواز لے ندارد

ز باغش کشت ویرانے نکوتر

ز شہر او بیابانے نکوتر !(56)

ترجمہ: "فرنگیوں کے آئین جمہوری کی بنیاد رکھ کر گویا دیو کے گلے سے رسی کھول دی۔ جس کی وجہ سے ابلیسی افکار جڑ پکڑ رہے ہیں۔ان لوگوں کی نوا بغیر مضراب کے ہے اور اس ساز میں موسیقیت نہیں ہے۔ان میں مادہ پرستی کے سِوا کچھ نہیں ہے ۔اس جمہوریت کے باغ سے ویران کھیتی بہتر ہے اور اس کے شہر سے بیابان اور ویرانہ اچھا ہے"(57)

یہ چند اشعار اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ اقبال مغربی طرز سیاست سے قطعاً مطمئن نہ تھے۔ آپ نے اپنے کلام میں متعدد مقامات پہ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے عدم استفادہ کا درس دیا۔ آپ نے اس کے ہر پہلو کو ابلیست سے ماخوذ قرار دیا۔اقبال نے بہت واضح الفاظ میں یہ رائے دی کے مغربی سیاست کا مقصد ظلم اور جبر کے ذریعے لوگوں کے حقوق پہ غاصبانہ مقصد ظلم اور جبر کے ذریعے لوگوں کے حقوق پہ غاصبانہ ڈاکہ مارنا ہے۔اس میں سوائے مادیت پرستی، خُود غرضی، حرص و ہوس اور لالچ کے سِوا کچھ نہیں رکھا۔ آپ نے ہمیشہ اس پہ عدم اعتماد کا مؤقف دیا اور اس کے مقابل ہمیشہ اسلام کا نظریہ سیاست پیش کیا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ آپ نے کبھی مغربی طرز سیاست کو قابل عمل نہیں سمجھا اور نہ ہی کبھی اس میں کوئی خیر کا پہلو دیکھ پائے۔

مغربی علوم وفنون کے شر کے پہلو کے لیئے عدم استفادہ کا مؤقف جبکہ خیر کے پہلو کے لیئے استفادہ کا مؤقف:

اقبال نے مغربی استشراقی افکار کا مطالعہ نہایت گہرائی اور منصف المزاجی سے کیا، اس حوالے سے اسلامی افکار و تعلیمات ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ مغربی علوم وفنون بارے آپ کے ہاں دو طرح کا مؤقف ملتا ہے۔ایسا علم اور ایسا فن جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کرے اور اس میں خیر کا پہلو مفقود ہو وہ آپ کے نزدیک قابل عمل نہیں اور آپ کے ہاں اس کی مذمت دیکھنے کو ملتی ہے ۔فرماتے ہیں:

علم و دانش مغرب ہمیں قدر گویم

خوش است آہ وفغاں تا نگاہ ناکام است ! (58)

ترجمہ: مغربی علم و دانش بارے میری یہی رائے ہے کہ اس کی آہ و فریاد میں لذت تو ہے لیکن فکری نگاہ سے محروم ہے"۔ (59)

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

نظم "انقلاب" میں فرماتے ہیں:

اے مسلماناں فغاں از فتنہ ہائے علم و فن
اہر من اندر جہاں ارزاں و یزداں دیر یاب
شوخی باطل نگر! اندر کمیں حق نشست
شپر از کوری شبخونے رند بر آفتاب! (60)

ترجمہ: اے مسلمانو! عصر جدید کے علوم وفنون کے فتنوں سے بچو کیونکہ ان علوم کی وجہ سے شیطان سستا ہو گیا ہے اور خدا کا ملنا محال ہے۔اہل مغرب کے علوم وفنون کی بدولت ایسا زمانہ آگیا کہ باطل بھی شوخی میں آکر حق کی گھات میں بیٹھا ہوا ہے۔اس کی مثال چمگادڑ جیسی ہے جو سورج پہ شب خون مار رہی ہے"۔ (61)

ان اشعار میں واضح طور پر اقبال مغربی علوم پہ تنقید کرتے دکھائی دیتے ہیں۔اپنے ایک مضمون میں ان علوم کی حقیقت کا پردہ یوں چاک کرتے ہیں:

"جہاں تک اسلامی ریسرچ کا تعلق ہے فرانس، جرمنی، انگلستان اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے مقاصد خاص ہیں جن کو عالمانہ تحقیق اور احقاق حق کے ظاہری طلسم میں چھپایا جاتا ہے۔سادہ لوح مسلمان طالب علم اس طلسم میں گرفتا ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ (62)

اسی طرح ایک اور بیان میں فرماتے ہیں:

"آرنلڈ کیا ہر مستشرق کا علم و فضل وہی راستہ اختیار کر لیتا ہے جو مغرب کی ہوسِ استعمار اور شہنشاہیت کے مطابق ہو۔ان حضرات کو بھی شہنشاہیت پسندوں اور سیاست کاروں کا دست و بازو تصور کرنا چاہیے"۔ (63)

یہ شاعری اور نثر اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ اقبال مستشرقین اور استشراقی فکر سے حد درجہ نالاں تھے۔ان کے علوم وفنون سے متعلق عدم استفادہ کا مؤقف رکھتے تھے۔

خیر کا پہلو:

اقبال مغربی علوم وفنون کے اس پہلو کو قابل استفادہ سمجھتے تھے جن میں کسی قسم کا شر نہ ہو۔دین اسلام کے خلاف یا اس کی تعلیمات کے ضافی نہ ہو۔اقبال خود ان کے علم سے مستفید ہو چکے ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کی حدود اور اغراض کو بھی سمجھتے تھے۔یعنی اقبال کی خواہش مغربی علوم سے متعلق یہ تھی کہ مسلمان ان سے استفادہ تو کریں لیکن بہت احتیاط اور ناقدانہ نظر

سے تاکہ وہ اس کے ظاہری طلسم میں گرفتار ہو کر گمراہ نہ ہو جائے۔ایک مقام پہ ان سے استفادہ کا مشورہ دیتے ہیں۔فرماتے ہیں:

"یورپین کتابوں میں سے اکثر بلا شبہ خاص اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہیں،تاہم ان کتابوں میں کہیں کہیں آپ کو اپنے مضمون سے متعلق نہایت مفید معلومات ملیں گی۔ (64)

لیکن بحثیت مجموعی استشراق کے حوالے سے اقبال کا مؤقف یہ واضح کرتا ہے کہ آپ اس تحریک سے مطمئن نہ تھے۔

حوالہ جات

1۔ اصلاحی،شرف الدین۔مستشرقین،استشراق اور اسلام۔اعظم گڑھ:معارف دار المصنفین 1993ء میں 48

2۔ Simpson and weiner. The Oxford English Dictionary .X/931

3۔ W.Morris. The Heritage illustrated Dictionary of English Language.New York America Heritage Press 1973.P#926

4۔ لوئیس معلوف المجد..بیروت:دار اعلم.1967ء.ص947

5۔ جبران مسعود.الرائد معجم لغوی وعصری.بیروت:دار العلم.1967ء.ص1372

6۔ منج،محمد شہباز(ڈاکٹر).فکر استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ.لاہور:القمر پبلی کیشنز.2016ء ص60

7۔ ایضاً.ص83-80

8۔ جاوید اقبال(ڈاکٹر).زندہ رود.لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز.ص39۔

9۔ ایضاً.ص145-141

10۔ علامہ،محمد اقبال(ڈاکٹر).ضرب کلیم.لاہور:مکتبہ دانیال.ص694

11۔ ایضاً.ص783

12۔ ایضاً.ارمغان حجاز.ص144

13۔ چشتی،یوسف سلیم،شرح ارمغان حجاز.لاہور:عشرت پبلشنگ.ص235

14۔ علامہ،محمد اقبال.ارمغان حجاز.ص180

15۔ چشتی،یوسف سلیم.شرح ارمغان حجاز.ص295

16۔ علامہ،محمد اقبال(ڈاکٹر).بانگ درا.لاہور.اقبال اکیڈمی.ص307

17۔ ایضاً.ضرب کلیم.ص655

18۔ ایضاً.ص307

19۔ برنی،مظفر حسین.کلیات مکاتیب اقبال.دہلی:اردو اکیڈمی.1935ء.ج سوم.ص102

HEC PAKISTAN Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

20۔ علامہ، محمد اقبال. ضرب کلیم. ص781
21۔ ایضاً. ص782
22۔ ایضاً. ارمغان حجاز. ص63
23۔ چشتی، یوسف سلیم. شرح ارمغان حجاز. ص114
24۔ علامہ، محمد اقبال. ضرب کلیم. ص769
25۔ ایضاً. ص811
26۔ ایضاً
27۔ علامہ، محمد اقبال. ارمغان حجاز. ص209
28۔ چشتی، یوسف سلیم. شرح ارمغان حجاز. ص339
29۔ برنی، مظفر حسین. کلیات مکاتیب اقبال. ج چہارم. ص593
30۔ شیخ، عطاءاللہ. اقبال نامہ. لاہور: اقبالا کیڈمی. 1985ء. ص451
31۔ علامہ، محمد اقبال. بالِ جبریل. ص434
32۔ ایضاً. ص440
33۔ علامہ، محمد اقبال. جاوید نامہ. دہلی: غالب اکیڈمی. 1938ء. ص249
34۔ ایضاً
35۔ علامہ، محمد اقبال. بانگ درا. ص171
36۔ علامہ، محمد اقبال. بالِ جبریل. ص417
37۔ ایضاً. جاوید نامہ. ص103
38۔ ایضاً
39۔ علامہ، محمد اقبال. کلیات اقبال (فارسی). لاہور: اقبال اکیڈمی. ص761
40۔ ایضاً
41۔ برنی، مظفر حسین. کلیات مکاتیب اقبال. ج اول. ص611
42۔ علامہ، محمد اقبال. کلیات اقبال. ص461
43۔ ایضاً. ص498
44۔ ایضاً. ص673
45۔ ایضاً. ص721

46۔ شیروانی،لطیف احمد۔اقبال کے خطبات،تقاریر اور بیانات۔لاہور:المنار اکیڈمی۔1947ء۔ص245
47۔ علامہ،محمد اقبال۔کلیات اقبال فارسی۔ص971
48۔ ایضاً
49۔ سرور،آل احمد۔اقبال اور مغرب۔سری نگر:اقبال انسٹی ٹیوٹ کشمیر یونیورسٹی۔1981ء۔ص15
50۔ علامہ،محمد اقبال۔دیباچہ اسرار خودی۔لاہور:اقبال اکیڈمی۔فرسٹ ایڈیشن۔ص4
51۔ علامہ،محمد اقبال۔کلیات اقبال۔ص558
52۔ ایضاً۔ص333
53۔ ایضاً۔کلیات اقبال فارسی۔ص949
54۔ ایضاً
55۔ علامہ،محمد اقبال(ڈاکٹر)۔ضرب کلیم۔ص144
56۔ علامہ،محمد اقبال۔کلیات اقبال فارسی۔ص653
57۔ ایضاً
58۔ ایضاً۔ص553
59۔ ایضاً
60۔ ایضاً۔ص579
61۔ ایضاً
62۔ شیخ،عطاءاللہ۔اقبال نامہ۔لاہور:اقبال اکیڈمی۔2005ء۔ص296
63۔ علامہ،محمد اقبال۔مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی،مرتبہ نذیر نیازی کراچی:اقبال اکیڈمی۔1957ء ص96،97
64۔ شیخ،عطاءاللہ۔اقبال نامہ۔ص557